(۱۷)

نبی کا انکار خدا کا ہی انکار ہے

(فرمودہ ۱۰۔ اپریل ۱۹۱۴ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات کی تلاوت کی:۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ [1]

اور پھر فرمایا:۔

پیچھے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مخالفین پر حجت قائم کی ہے اور بتلایا ہے کہ کیوں نبی کے آنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور کس طرح اللہ تعالیٰ کے کلام کے بغیر نجات نہیں مل سکتی۔ پھر کلام الٰہی کے مخالفین کی نسبت بتلایا ہے کہ وہ دکھ کے عذاب میں ڈالے جائیں گے اور تم دیکھ لوگے کہ وہ کس طرح تباہ و برباد ہوتے ہیں اور کلام الٰہی کو ماننے والے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کریں گے اور وہ مظفر و منصور ہوں گے اور وہ فتوحات حاصل کریں گے۔ پھر ایک بات ہوتی ہے جو صرف عقل ہی عقل ہوتی ہے اور ایک واقعہ ہوتا ہے پھر فرمایا کہ یہ بات صرف عقلاً ہی نہیں بلکہ واقعہ بھی ایسا ہی ہے۔ پھر بتلایا کہ لوگ اعتراض کرتے ہیں فرمایا کہ جب کوئی نشان آتا ہے تو مومن فوراً سمجھ جاتے ہیں اور مان لیتے ہیں لیکن شریر اور بدبخت انسان ہمیشہ اعتراض ہی کرتے رہ جاتے ہیں۔

كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ اب یہاں ایک اور بات بتلائی کہ ایسا اس زمانے میں

نہیں ہوا بلکہ ہمیشہ ہمیش سے ایسا ہوتا آیا ہے۔ اور یہ سنت اللہ ہے کہ اس نے پہلے جب تم مردہ تھے تو اس نے تم کو کھڑا کیا۔ پھر جب تم میں قابلیت نہ رہے گی تو تم کو مار دے گا اور تمہاری بجائے اور لوگوں کو کھڑا کر دے گا۔ اسی طرح پر ان کو مار کر اور دوسروں کو اس کی جگہ کھڑا کر دے گا۔ پچھلی آیات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بالکل منکر نہ تھے بلکہ وہ بجائے ایک الٰہ کے کئی ایک معبودوں کو مانتے تھے۔ اور ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی کسی صفت کا جھٹلانا گویا اللہ تعالیٰ کا جھٹلانا ہے۔ ذکر تو اس بات کا تھا کہ نبی کو مان لو ورنہ تم سکھ نہ پاؤ گے تمہیں دکھ ہوگا لیکن یہاں کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نبی کا انکار خدا کا ہی انکار ہے کیونکہ نبی ہی کے ذریعے خدا کی توحید قائم ہوتی ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں بھی ایک انسان دنیا میں آیا جس نے قرآن کریم کی صداقت ثابت کر دی۔ اگر مسیح موعود علیہ السلام تشریف نہ لاتے تو قرآن کی صداقت ظاہر نہ ہوتی۔

حدیث شریف میں آتا ہے لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ فَارِسَ[۲] تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان ایک زمانہ میں دنیا سے اُٹھ جاوے گا اور اسے ایک آدمی اہل فارس میں سے دوبارہ لاوے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سچائی ظاہر ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو فرمایا ہے اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ تَوْحِیْدِیْ وَتَفْرِیْدِیْ[۳] کہ تیرے ہی ذریعہ میری توحید و تفرید ثابت ہوئی۔ پھر ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یَا شَمْسُ یَا قَمَرُ[۴] کہا ہے یا شمس اس لئے فرمایا کہ تیرے آنے سے ہی خدا تعالیٰ ظاہر ہوا۔ اور قمر اس لئے کہ یہ سب روشنی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے اور اس کی ہے۔ اور اگر وہ نہ ہوتا تو آپ بھی نہ ہوتے۔ پس انبیاء کی آمد ایمان کو درست کرتی ہے اور خدا تعالیٰ کو اور پہلے نبیوں کو دوبارہ منواتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے منکرین نبوت کا نام تَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ رکھا ہے۔ وَ کُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا حالانکہ تم میں بارہا ایسے آدمی آتے رہے کہ تم مردہ تھے اور انہوں نے تم کو زندہ کیا۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ دنیا میں جب کبھی بھی کوئی نبی آیا تو اس کی وفات کے بعد لوگوں نے الہام کا انکار کر دیا کہ اب الہام کا دروازہ بند ہو گیا ہے اور اب کسی پر الہام نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی نبی اب آ سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے تو ان کے بعد بھی ایسا ہی ہوا کہ یہود نے پھر الہام سے انکار کر دیا۔ اور الہام کے دروازہ کو مسدود ہی سمجھا۔ اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ایسا ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت

کے بعد ہوا۔نبیوں کی وفات کے بعد جب الہام کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے تو پھر لوگ الہام سے ہی منکر ہو جاتے ہیں اور لوگوں کے دلوں سے تقویٰ اور طہارت اٹھ جاتے ہیں۔

ثُمَّ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ۔یہاں دو زمانوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے (۱) عرب مُردہ تھے تو ان کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آئے اور وہ آپ کے وقت میں زندہ ہو گئے پھر ایک ایسا دن آیا کہ تم پہلوں کی طرح سچائی سے دور تھے اور مُردہ تھے تو تمہاری طرف بھی ایک نبی آیا۔ایسا ہی خدا تعالیٰ تم کو جبکہ تم بے دین ہو جاؤ گے تو دوبارہ تمہیں زندہ کرے گا۔اب فرماتا ہے هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ لَكُمۡ مَّا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ۔دنیا کی تمام چیزیں تمہارے لئے پیدا کیں لکم کے معنی ہیں تمہارے فائدہ کیلئے تا کہ تم کو اس سے نفع پہنچے۔اس میں ایک حجت قائم کی ہے۔ایک انسان اگر کسی عبث کام کیلئے محنت کرے جس میں کوئی فائدہ نہ ہو تو وہ انسان دانا نہیں بلکہ نادان ہوا کرتا ہے۔تو فرمایا کہ ہم نے تمام چیزیں تمہارے نفع رسانی کیلئے پیدا کی ہیں۔کوئی چیز دنیا میں ایسی نہیں ہے جو انسان کیلئے نفع رساں نہ ہو۔زمین میں ہر ایک قسم کے فوائد ہیں۔پانی۔نباتات ،جمادات وغیرہ تمام اشیاء ان میں سے کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو فائدہ نہ دینے والی ہو۔جتنے جتنے معلومات بڑھ رہے ہیں اتنا ہی معلوم ہو رہا ہے کہ کوئی چیز ناکارہ نہیں ہے۔کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز بھی لے لو وہ بھی ناکارہ نہ ہوگی۔درختوں کی چھال ہی لے لو اس سے ہی کتنے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔منجملہ ان کے اس سے کاغذ بنتے ہیں اور اس کے کپڑے بھی بنتے ہیں۔شہروں کے لوگ جانتے ہیں کہ پاخانہ سے کتنے فائدے ہوتے ہیں کسان اس سے کتنا فائدہ حاصل کرتے ہیں پہلے تو لوگ اسے یونہی باہر پھینک دیا کرتے تھے۔تو جتنا جتنا علوم ترقی کرتے چلے جاتے ہیں اتنا ہی ہر ایک چیز کے فوائد معلوم ہوتے جارہے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اتنے سامان جو پیدا کئے گئے ہیں کیا یہ سب عبث ہی بنائے ہیں۔

اگر اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی نہ ہونی تھی اور اس کا نتیجہ صرف یہی تھا کہ اس دنیا میں انسان چند سالوں تک رہے پھر مر کر خاک ہو جاوے اور پھر اسے دوبارہ اپنی جزاء سزا کیلئے نہ اٹھنا ہوا اور پھر اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی نہ ہو تو پھر یہ سامان عبث جاتا۔پھر فرمایا کہ صرف زمین ہی نہیں بنائی بلکہ سات بلندیاں بھی ہیں۔ایک تو ہر ایک ستارے کا علیحدہ علیحدہ مرکز ایک الگ سماء بن جاتا ہے۔سورج۔چاند۔ستارے وغیرہ۔صوفیاء نے تو پھر اس کی اور ہی تعریف کی ہے وہ وَسَبۡعَ سَمٰوٰتٍ کچھ اور ہی بتلاتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ایک

سماء وہ جو ہمارے اوپر ہے۔ایک وہ جو خواب میں دکھائی دیتا ہے۔ایک ملاء اعلیٰ کا۔ایک حشر کا۔ایک قبر کا۔پھر دوزخ اور جنت کا یہ الگ الگ سماء ہیں۔پھر سات آسمان سات بلندیاں۔ہر روحانی ترقی کے بھی سات درجے ہیں اور جسمانی ترقی کے بھی سات درجے ہیں۔سورۃ مومنون میں اس کا ذکر ہے۔براہین احمدیہ حصہ پنجم میں حضرت مسیح موعودؑ نے اس کو خوب کھول کر لکھا ہے اور ایسی تفسیر کی ہے کہ اُسے پڑھ کر انسان کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔اسے ہر ایک چیز کا علم ہے۔وہ عالم ہے یہ جو کچھ اس نے بنایا ہے عبث نہیں بنایا۔وہ تو عالم ہے اور علماء تو لغو اور عبث کاموں سے پرہیز کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہو کر ایسے کام کرے گا۔اگلے رکوع میں مثالیں دے کر سمجھایا ہے۔ایک صحابی تھا وہ لڑائی میں بڑے زور سے جنگ کر رہا تھا اور دشمن کا بڑی دلیری سے مقابلہ کر رہا تھا۔اس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یہ جہنمی ہے تو بعض صحابہ کو بہت بُرا معلوم ہوا کہ ایک بیچارہ اتنی سختی سے دشمن کا مقابلہ کر رہا ہے مگر آپؐ اسے جہنمی کہہ رہے ہیں۔پھر بعض نے آپؐ کو عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا۔نہیں یہ ضرور جہنمی ہے۔تو اس خیال سے کہ کسی کے ایمان میں خلل نہ آجاوے ایک صحابی اس کے ساتھ لگ گیا۔اور جدھر وہ جاتا وہ بھی اس کے ساتھ ہی ہوتا۔آخرکار اسے ایک زخم لگا جس کے درد کو وہ برداشت نہ کر سکا۔تو اس نے تلوار کو زمین پر ٹیک کر اور اس کے اوپر اپنا پیٹ رکھ کر دبایا اور خودکشی کر لی ۵؎۔تب وہ صحابی واپس آیا اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور آکر عرض کیا اور بتلایا کہ اس نے اس طرح خودکشی کر لی ہے۔

ایسا ہی بعض لوگ بظاہر تو نیک معلوم ہوتے ہیں لیکن دراصل وہ شقی ہوتے ہیں اور ان کا انجام بُرا ہوتا ہے۔اور بعض لوگ بظاہر بُرے معلوم ہوتے ہیں لیکن وہ آخرکار نیک ہوتے ہیں۔اس لئے انسان کو چاہیئے کہ ہمیشہ دعاؤں میں لگا رہے اور کبھی سستی سے کام نہ لے۔جس کو خدا تعالیٰ صداقت دیتا ہے وہ گمراہ نہیں ہوتا۔بعض بڑے بڑے گندوں میں رہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کو بچا لیتا ہے۔اور بعض بڑی بڑی عمدہ صحبتوں میں رہ کر بھی تباہ ہو جاتے ہیں۔اس لئے انسان کو اللہ تعالیٰ کے حضور گرے رہنا چاہیئے۔ہمارا مرنا اور جینا اللہ کیلئے ہو اور ہمارا سب کچھ اسی کیلئے ہو۔

(الفضل ۱۵۔اپریل ۱۹۱۴ء)

۱؎ البقرۃ:۲۹،۳۰

۲؎ بخاری کتاب التفسیر۔ تفسیر سورۃ الجمعۃ باب قولہٗ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم

۳؎ تذکرہ صفحہ ۶۶۔ ایڈیشن چہارم

۴؎ تذکرہ صفحہ ۵۸۸۔ ایدیشن چہارم

۵؎ بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر